ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

اسلام کا فلسفہ رواداری اور تعظیم و تکریم

خلیل احمد یوسفی*
حافظ بابر حسین**

ABSTRACT:
Islam is religion of tolerance, peace and reconciliation. Tolerance is basic principle of Islam that distinguishes it among all other religions of the world. Tolerance means capacity to endure pain or hardship, indulgence for beliefs or practices differing from or conflicting with one's own. Tolerance is a multifaceted-concept which is comprised of social moral, political, legal and religious dimensions. It does not means lack of principles or lack of seriousness about one's principles. The concept of tolerance was present with all the prophets due to which people attracted towards them and followed their teachings. But the concept of tolerance of Islam is above all. Islam emphasizes tolerance in different ways. It provides framework of social equality of and universal brotherhood. Islam provides justice to all whether Muslim or non-muslim. It negates extremism, radicalism and fundamentalism.
Keywords*: Tolerance, peace, principles.*

تعارف:

اسلام کا فلسفہ رواداری اسے دیگر ادیان و مذاہب سے ممتاز اور منفرد کرتا ہے۔ رواداری اسلام کے کلیدی اصولوں میں ایک نمایاں اصول ہے، جس کی وجہ سے لوگ اسلام سے محبت کرتے ہیں اور اس کی طرف اپنا قلبی رجحان رکھتے ہوئے مائل ہو جاتے ہیں۔ حقیقی اور معنوی رواداری کا یہ سلسلہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ہاں موجود رہا ہے، جس کی بدولت ان کے امتی اور مقتدی انبیاء کی تعلیمات کے قائل ہوتے تھے۔ اسلام نے رواداری کی جس قدر خوبصورت، عمدہ اور اعلیٰ مثال قائم کی ہے، اس کی مثال دنیا کے کسی بھی دیگر مذہب میں نہیں ملتی۔ چاہے اس کا تعلق یہودیت سے ہو یا پھر مسیحیت سے۔ حتی غیر الہامی مذاہب بھی دین اسلام جیسی شاندار اور بے مثال رواداری کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ رواداری کا یہ سلسلہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ہوتا ہوا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر پہنچا اور اس کے بعد تابعین اور اتبع تابعین نے رواداری جیسی خوبصورت روایت کو قائم رکھا، اس کے بعد ائمہ و محدثین اور اسلاف نے اس کی جس طریقے سے مثالیں پیش کی ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

رواداری کا لغوی معنیٰ ہے: تحمل، برداشت، نرمی اور چشم پوشی اور خیر خواہی، اہل لغت نے رواداری کی یوں تعریف کی ہے:

رواداد: مُنَاصِر، نَاصِح، رواداری: نُصْحٌ، النَّصِيْحَۃ، المَوَدَّۃ، الاِخْلَاص، التَنَاصُح۔ [1]

لیکن موجودہ استعمال کے اعتبار سے مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو آپ سے مذہب تہذیب اور ثقافت کے اعتبار سے اختلاف رکھتے ہوں آپ ان کے افکار و نظریات اور اعمال واخلاق کو ناپسند کرتے ہیں تو آپ ان کے عقائد و افکار کی مخالفت نہ کریں بلکہ ان کو برداشت کریں۔ ان سے کوئی برا سلوک روا نہ رکھا جائے بلکہ انہیں مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان کے ساتھ عدل و انصاف مساوات ہمدردی کا ایسا اعلیٰ سلوک کیا جائے کہ وہ خود بخود دین اسلام سے متاثر ہو کر اس میں داخل ہو جائیں اور کامیابی کی طرف گامزن ہو جائیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا فرمان عالی شان ہے:

{یَا یُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقَاکُمْ اِنَّ اللہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ} [2]

ترجمہ: ”اے لوگو! تحقیق ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم فرمایا تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو اللہ تبارک و تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے“۔

آیت مبارکہ میں اس بات کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ کسی کی عزت اور شرافت کا معیار اس کا خاندان یا اس کی دولت نہیں ہے بلکہ اس کی عزت و مرتبے کا معیار اس کا تقویٰ ہے۔ قبیلے اور خاندان کو بنانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتائیں اور دوسروں کو تذلیل کرنے کا سبب بنیں بلکہ یہ قبائل لوگوں کی آپس میں باہمی پہچان کے لئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَ اتَّقُوْا اللہَ اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ} [3]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم پر خوب قائم ہو جاو انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے“۔

---

* ایم فل اسلامی فکر و تہذیب، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور
** ایم فل علوم اسلامیہ، سیرت النبیؐ، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

یہ آیت مبارکہ رواداری کے سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مذہب، تہذیب، ثقافت، زبان و رنگ و نسل میں اختلاف رکھنے والے ہر شخص سے خواہ وہ دوست ہو یا دشمن اس کے ساتھ انصاف کا معاملہ روا رکھا جائے۔ اس کے مذہب کی وجہ سے ظلم و زیادتی نہ برتی جائے بلکہ انصاف کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

{وَ لَوْ شَآئَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ} [4]

"اور اگر تمہارا رب چاہتا تو تم سب لوگوں کو ایک ہی امت واحد بنا دیتا مگر اب وہ سب ہمیشہ مختلف راستوں پر ہی رہیں گے"۔

آیت کریمہ کے مفہوم کے مطابق ہر شخص کے پیش نظر یہ بات رہنی چاہئے کہ جو مختلف طبقات و مذاہب میں فکری اختلافات ہیں وہ فطری ہیں وہ ختم نہیں ہو سکتے۔ اس لئے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے اور ان کے ساتھ فکری عملی رواداری کا ثبوت دیا جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

{لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْتَّبَیَّنَ الرُّشْدُمِنَ الْغَیِّ} [5]

"اور دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکا ہے"۔

آیت مبارکہ میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ کسی پر اسلام لانے میں زور زبردستی نہ برتی جائے اس کا تعلق انسان کے دل 'اس کی سوچ سے ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

{فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ} [6]

"پس اگر یہ کافر آپ سے منہ پھیر لیں تو (اے نبی) آپ پر صرف پیغام کو پہنچانا ہے اور وہ کھلے واضح طریقے سے"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

{اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ} [7]

"اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ نصیحت کر کے دعوت دیجئے"۔

اگر کسی ملک میں اقلیت اقوام بھی رہتی ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اسلام کے بارے میں اسلام کی خصوصیات جیسے امن و سلامتی، عدل و انصاف، رواداری و مساوات، ہمدردی و یکجہتی حقوق کی حفاظت کے بارے میں بتائیں۔ انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول نہ کریں تو انہیں زور زبردستی نہ کروائیں نہ ہی بحث و مباحثہ کو ترجیح دیں بلکہ معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کریں۔

{وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ} [8]

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی"۔

معلوم ہوا کہ آدمی کو حسن صورت، تدبر عقل سوجھ بوجھ اور ہوش و حواس عنایت فرمائے تاکہ وہ اس کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیاوی و اخروی کامیابی حاصل کرے اچھے اور برے میں فرق کو سمجھے۔ لیکن دعوت و تبلیغ کے معالے میں بنیادی کلیہ اور اصول بتاتے ہوئے اس بات کی وضاحت فرمادی گئی ہے کہ نازیبا اور غیر شائستہ رویہ اور الفاظ استعمال نہیں ہونا چاہیے، چاہے مخاطب کا تعلق آپ کے مذہبی رجحانات اور دینی افکار سے متصادم ہی کیوں نہ ہو۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ} [9]

"(اے مسلمانو) جن معبودوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم ان کو برا بھلا نہ کہو جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے علم سے آگے بڑھتے ہوئے اللہ پاک کو برا نہ کہنے لگیں"۔

اس آیت مبارکہ میں وضاحت سے اس بات کی ترجمانی کی گئی ہے کہ وہ کافروں کے سامنے ان کے معبودوں کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال نہ کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی جہالت میں ہمارے رب تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے پھریں۔ جس طرح رب تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے اسی طرح گستاخی کا سبب بننا بھی ناجائز ہے۔ مسلمانوں کو اس آیت مبارکہ میں تاکید فرمائی گئی ہے کہ غیر مسلموں سے گفتگو ہو تو خوش اسلوبی سے ان کے معبودوں کو گالی نکالے بغیر بات کریں۔

اسلام احترام انسانیت:

اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔ اس کو احترام و اکرام کی تعلیم دی ہے۔ انسان ہونے کے سبب سے اسے پوری کائنات میں فضیلت و برتری حاصل ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا فرمان عالی شان ہے:

{وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا} [10]

"ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور خشکی اور دریا میں ان کو سوار کیا ان کو روزی دی پاکیزہ چیزیں دیں ہم نے ان کو بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا فرمان عالی شان ہے:

{ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا}[11]

"اللہ تبارک و تعالیٰ وہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین اور سب کچھ تخلیق فرمایا ہے"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ}[12]

”اور ہم نے سب جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے“۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے اپنی نیابت کا شرف بخشا ہے۔ابوالبشر حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی عزت وعظمت مجد وشرافت کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر انکار کرنے پر ابلیس کو ہمیشہ کے لئے دھتکار دیا گیا۔اور اس سے نفرت کو لازم کر دیا گیا۔

اسلام نے زندہ انسان کی حرمت کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے۔لوگوں سے باہمی پیار محبت کا حکم دیا گیا ہے انسانی مساوات کا درس دیا ہے۔اور یہاں تک حکم فرمادیا کہ اگر کوئی مسلمان وفات پاجائے تو اس کو عزت وتکریم کے ساتھ غسل دو۔پورا احترام کر واس کے ستر کو پوشیدہ رکھتے ہوئے غسل دو۔اس کو نیا صاف ستھرا کفن پہناو خوشبو لگاو پھولوں سے معطر کرو اپنے کاندھوں پر تعظیم کے ساتھ اٹھاو عزت سے نماز جنازہ ادا کرو اور قبر میں اتارو اس کے لئے دعا کرو استغفار کرو۔

زمانہ جاہلیت میں لوگوں میں نفرتوں کی آگ ہر سمت بھڑک رہتی تھی۔ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی نہ تھی۔دشمنوں کے اعضاء کاٹ دیئے جاتے۔ان کے اعضاء کاٹ کر ان کی کھوپڑیوں میں شراب پی جاتی تھی۔خون کے پیالوں میں انگلیاں ڈالی جاتیں اور یہ انتقام کی علامت ہوا کرتی تھی۔جب غزوہ احد کا موقع آیا تو کفار نے نبی کریم ؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور ان کے جسمانی اعضاء کو کاٹ دیا گیا اور ان کی بے حرمتی کی گئی۔جب اسلام کا دور دورہ ہوا تو اس بات کی سختی سے ممانعت کی گئی اور مسلمانوں کی میت کو عزت وتکریم کے ساتھ دفن کرنے کا حکم نافذ کیا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو سب سے بڑھ کر عقل عطا فرمائی ہے جس کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ حق وباطل میں تمیز کرتا ہے،اسی عقل کے سبب سے وہ کائنات پر حکمرانی کرتا ہے،اسی عقل کے سبب سے وہ حقائق کو جا پہنچا ہے۔

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے سب سے پہلے اخوت ورواداری کی مثال قائم کی،ہر تفریق وامتیاز کو ختم کیا۔اسلام نے رنگ،نسل اور ذات پات کے نظام کو ختم فرمایا۔

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ تمام لوگ آپس میں برابر ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم کا فرمان عالی شان ہے:

{یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً}[13]

”اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس سے اس کی بیوی کی تخلیق فرمائی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا فرمائیں“۔

رواداری احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

نبی کریم ﷺ کے ارشادِ عالیہ سے ہمیں اخوت ورواداری کا درس ملتا ہے،ذیل میں چند ایک احادیث موضوع کی مطابقت سے درج کی جارہی ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ نے نبی کریم ﷺ سے افضل ترین ایمان سے متعلق سوال کیا،جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”أَنْ تُحِبَّ لِلّٰهِ، وَتُبْغِضَ لِلّٰهِ، وَتُعْمِلَ لِسَانَكَ فِي ذِكْرِ اللّٰهِ،قَالَ:وَمَاذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:وَأَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهَ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ“۔[14]

”تو اللہ کے لیے کسی سے محبت رکھ،اور اللہ کی رضا کے لیے ہی کسی سے بغض رکھو،اور تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے،(حضرت معاذ رضی اللہ نے عرض کی) یارسول اللہ ﷺ وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہی چیزیں ناپسند سمجھو جو تم خود اپنے لئے ناپسند سمجھتے ہو“۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

” إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ “۔[15]

”بے شک اللہ تبارک تعالیٰ مہربان ہے مہربان اور نرمی کو پسند فرماتا ہے،نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا سختی پر بھی نہیں دیتا اور کسی چیز پر نہیں دیتا“۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

” مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا“۔[16]

”جس شخص نے کسی معاہد(غیر مسلم) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھے گا حالانکہ اس کی خوشبو اتنی دور سے پہنچتی ہے کہ اس کی مسافت چالیس برس میں قطع کی جاسکتی ہے“۔

اس حدیث سے مراد ذمی یعنی مسلم معاشروں میں امن وسلامتی سے رہنے والے معاہد(غیر مسلموں) کا تذکرہ فرمایا جارہا ہے۔

حضرت سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

” قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قُلْتُ: وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ:نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ“۔[17]

”عہدِ رسالت میں میری والدہ جو کہ مشرکہ تھیں میرے پاس آئیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے کچھ توقع لے کر آتی ہیں کیا میں اپنی غیر مسلم ماں سے حسن سلوک کروں۔آپ سرکار ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا:ہاں تم اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو“۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے اسوہ مبارکہ سے ہمیں رواداری کی ایسی عظیم الشان مثالیں ملتی ہیں،جن پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنے معاشرے کو امن وسلامتی کا گہوارہ بناسکتے ہیں۔ظلم وناانصافی کا خاتمہ کرسکتے ہیں اور رواداری کو فروغ دے کر وحدتِ امہ کی مثال پیش کرسکتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

کلامِ پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی طرف سے یہودیوں کا ذکر فرمایا کہ ان کے لیے پے در پے رسول بھیجے گئے مگر انہوں نے سرکشی کی، کسی کو جھٹلایا، کسی کو شہید کر دیا۔[18] ان کے دل پتھروں کی طرح سخت ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت کیونکہ بعض پتھروں سے تو چشمے بھی پھوٹتے ہیں۔[19]

یہودیوں کی اسلام دشمنی ہمیشہ مشہور رہی ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے کہ وہ مسلمانوں کی خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے، مسلمانوں کو جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے، ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے، ان (مسلمانوں) کا بھلا ہو جاتا ہے تو ان کو برا معلوم ہوتا ہے اور مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔[20] جھوٹی باتوں کی ٹوہ لیتے ہیں، حرام مال کھاتے ہیں۔

اس کے باوجود مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ جب وہ تمہارے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئیں تو تمہیں اختیار ہے کہ فیصلہ کرو یا کنارہ کشی اختیار کرو اور جب فیصلہ کرو تو انصاف کرو کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔[21]

اس سے بڑھ کر اور کیا مذہبی رواداری کا درس ہو سکتا ہے اور اس کا عملی ثبوت ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ملتا ہے۔

جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، جہاں یہودی اپنی دولت اور ثروت کی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتے تھے، ان کا تمول ان کے لین دین کی وجہ سے تھا، ان کے یہاں سود لینا جائز تھا، اس کی شرحیں بے رحمی سے مقرر کرتے تھے، اس کے وصول کرنے میں بڑی سفاکی دکھاتے، لوگوں کی جائیداد پر قبضہ کر لیتے حتی کہ ان کے بچوں اور عورتوں کو اپنے یہاں رہن رکھ لیتے، دولت کی فراوانی کی وجہ سے ان میں ہر قسم کی عیاشانہ برائیاں بھی پیدا ہو گئی تھیں، عام طور سے وہ نفرت کی نظروں سے دیکھے جاتے مگر لوگ ان کے قرض سے دبے رہتے تھے، اس لیے ان کا اقتدار قائم رہتا۔ عرب کے قبیلے آپس میں لڑا کرتے تو یہ ان کے اختلاف کو کسی نہ کسی صورت میں بڑھاتے رہتے، اسلام پھیلنے لگا تو یہودیت کا زور ختم ہونے لگا، مسلمان ان کی بداخلاقی کو بری نظر سے دیکھنے لگے، صدیوں سے ان کا جو وقار قائم تھا وہ ضائع ہونے لگا، قرآن مجید ان کے زمائم کی علاحدہ پردہ دری کر رہا تھا پھر بھی مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے تین قبیلوں بنو قینقاع، بنو نضیر اور قریظہ کا بڑا اثر رہا، انھوں نے اپنے لیے بڑے بڑے قلعے بنا لیے تھے اور مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج کو اپنی فتنہ انگیزیوں سے لڑایا کرتے تھے جس سے یہ قبیلے پریشان رہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کی شر انگیزیوں اور بدباطنی سے واقفیت رکھنے کے باوجود ان کے اور مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار بنانے کی کوشش فرمائی، مدینہ کے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ لکھوایا، جس کے شرائط یہ قرار پائے :

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی قائم رہے گا۔

(۲) یہود کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہو گی ۔

(۳) یہود اور مسلمان آپس میں دوستانہ تعلقات رکھیں گے

(۴) فریقین سے جب کسی تیسرے فریق سے جنگ ہو گی تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(۵) کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

(۶) کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ کرے گی تو دونوں مل کر مدافعت کریں گے۔

(۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہو گا، البتہ مذہبی لڑائیاں اس سے مستثنیٰ رہیں گی۔ [22]

یہ معاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذہبی رواداری اور فراخدلی کی ایک ایسی مثال ہے جس پر دنیا ناز کر سکتی ہے۔ مگر اس رواداری کے باوجود یہودی چین نہیں بیٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کے بجائے مکہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنانے کا اعلان کیا تو یہودیوں کو بڑا دکھ پہنچا اور انھوں نے معاہدہ کے باوجود مسلمانوں کی علانیہ مخالفت شروع کر دی، وہ مدینہ کے ان لوگوں سے ساز باز کرنے لگے جو ابھی تک بت پرست تھے یا منافقانہ رویہ اختیار کیے ہوے تھے جب مدینہ پر قریش نے حملہ کیا تو وہ خوش تھے لیکن جب مکہ کے مشرکین کو بدر کے میدان میں شکست ہوئی تو ان کو بڑا دکھ پہنچا، انھوں نے اسلام کی بیخ کنی کو اپنا شعار بنا لیا، بنی قینقاع بڑے طاقتور یہودی تھے، پہلے ذکر آیا ہے کہ ان میں سے ایک یہودی نے ایک انصاری عورت کی بے حرمتی کی تو ایک انصاری نے غیرت اور غصہ میں آکر اس یہودی کو قتل کر دیا، یہودیوں نے مل کر اس انصاری کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ ان یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: اللہ سے ڈرو، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب نازل ہو جائے، انھوں نے جواب دیا کہ ہم قریش نہیں ہیں ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی کس کا نام ہے، نقضِ امن ایک طرح کا اعلان جنگ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ریشہ دوانیوں سے عاجز آچکے تھے، اس لیے مجبور ہو کر ان کے خلاف جنگ کی، وہ قلعہ بند ہو گئے، پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد انھوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور اس پر راضی ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ کریں گے ان کو منظور ہو گا، آپ نے ان سے انتقام لینے کے بجائے شام کے علاقہ زراعات میں جلاوطن کر دینے پر اکتفا کیا۔[23]

ایک دفعہ دو صحابی خیبر گئے، یہودیوں نے ان میں سے ایک صحابی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر کے نہر میں ڈال دیا، دوسرے صحابی حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم قسم کھا سکتے ہو کہ یہودیوں نے عبد اللہ کو قتل کیا؟ حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یہودی تو پچاس مسلمانوں کو قتل کر کے جھوٹی قسمیں کھا لیں گے، رسول اللہ ﷺ اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے، اس لیے یہودیوں سے تعرض نہیں کیا اور بیت المال سے مقتول کا خوں بہا دلایا۔ [24]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

قرآن مجید میں یہودیوں کی بدنیتی اور بدکرداری کے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عملی زندگی میں اس کا عملی ثبوت ملتا رہا مگر آپ کا دل یہودیوں کے برے برتاؤ کے باوجود سخت ہونے کے بجائے نرم رہا، آپ نے ایک یہودی خاندان کو صدقہ بھی دیا، حضرت صفیہ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو تیس ہزار کی مالیت کا صدقہ دیا تو اس میں آپ نے کوئی مزاحمت نہیں فرمائی۔ [25]

آپ نے ہمسایہ کا حق ادا کرنے کی جو تلقین کی اس میں یہودی اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں رکھی اور آپ کی اس تعلیم پر صحابہ کرام برابر عمل کرتے رہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی، ان کے پڑوس میں ایک یہودی بھی رہتا تھا، انھوں نے گھر کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم نے میرے یہودی ہمسایہ کو بھی بھیجا؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ مجھے جبریل ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کی اتنی تاکید کرتے تھے کہ میں سمجھا کہ وہ اس کو پڑوسی کے ترکہ کا حقدار بنادیں گے۔ [26]

ایک دفعہ چند یہودی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تجھ پر موت) کہا، حضرت عائشہ نمو جو تھیں انھوں نے جواب میں کہا: وعلیکم السلام واللہ یہ معنی تم پر موت آئے اور تم پر لعنت ہو، آپ نے ان کو روک کر فرمایا: عائشہ! بدزبان نہ بنو، نرمی کرو، اللہ تعالی ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔[27]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی لڑائی عیسائیوں سے نہیں ہوئی، ان سے معاہدے ہوتے رہے، 6 ہجری میں آپ نے سینا پہاڑی کے عیسائی راہبوں کو جو سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ میں رہتے تھے، بڑی مراعات دیں، یہ رواداری کی ایک شاندار مثال ہے، اس چارٹر میں آپ نے اپنے پیروکاروں کی طرف سے یہ ضمانت دی کہ عیسائیوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے گا، ان کے گرجے اور ان کے پادریوں کی رہائش گاہوں کی پوری حفاظت کی جائے گی، ان پر غیر منصفانہ طور پر ٹیکس نہ لگائے جائیں گے، کوئی بشپ اپنے منصب سے معزول نہ کیا جائے گا، کسی عیسائی کو جبر سے اس کے مذہب سے منحرف نہ کیا جائے گا، کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نہ نکالا جائے گا، کوئی عیسائی اپنے مقدس مقامات کی زیارت کو جائے گا تو اس زیارت میں اس کی کوئی مزاحمت نہیں کی جائے گی، کسی گرجے کو منہدم کر کے مسجد یا کسی مسلمان کا گھر نہ بنایا جائے گا جو عیسائی عورتیں مسلمانوں کے نکاح میں ہیں ان کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی پوری اجازت ہوگی، ان پر مذہب کی تبدیلی کے لیے کوئی جبر اور زور نہ ڈالا جائے گا، اگر عیسائیوں کو ان کے گرجوں، خانقاہوں اور مذہبی عمارتوں کی مرمت کے لیے امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان ان کو مالی امداد دیں گے، ان شرائط کی خلاف ورزی مسلمان کریں گے تو ان کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔[28]

عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا، حاتم طائی کے بیٹے عدی اپنے قبیلہ کے سردار اور مذہبا عیسائی تھے، جس زمانہ میں اسلامی فوجیں یمن میں گئیں یہ بھاگ کر شام چلے گئے، ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینہ آئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا، وہ اپنے بھائی کے پاس گئیں اور کہا کہ جس قدر جلد ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، وہ پیغمبر ہو یا بادشاہ، ہر حال میں ان کے پاس جانا مفید ہے، عدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ایسے متاثر ہوئے کہ اسلام قبول کر لیا۔[29]

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو برتاؤ رہا وہ بھی رواداری کی ایک بڑی اچھی مثال ہے، نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور ان کو اپنے طریقے پر مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔

7 ہجری میں جب پورا جزیرۃ العرب آپ کے زیر نگیں ہو گیا تو نجران کے عیسائیوں کو جو حقوق دے گئے وہ یہ تھے:

1) نجران کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں ان کے اموال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے سفراء، ان کی مورتیں اللہ کی امان اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت میں ہیں۔
2) ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔
3) ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی نہیں کی جائے گی۔
4) ان کی مورتیں نہیں بگاڑی جائیں گی۔
5) کوئی اسقف اپنی اسقفیت، کوئی راہب اپنی رہبانیت، کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا۔
6) جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے، اسی طرح رہے گا۔
7) اس کے زمانہ میں جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔
8) ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔
9) ان پر عشر لگایا نہیں لگایا جائے گا۔
10) اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال نہیں کرے گی۔
11) ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ [30]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آپ کے معاصر عیسائی حکمرانوں میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے لیے بہت ہی نرم گوشہ تھامکہ میں جب غیر مسلموں نے مسلمانوں کوطرح طرح سے ستاناشروع کیاتو آپ نے ان کو حبشہ ہی میں جاکرپناہ لینے کی ہدایت دی، جن لوگوں نے وہاں ہجرت کی ان میں آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے شوہر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھیں، ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھیں، وہاں ان کے شوہر کا انتقال ہوگیاتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے ذریعہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے نکاح کا پیغام بھیجا، نجاشی نے خالد بن سعید کو بیچ میں ڈالا، جنھوں نے آپ کی طرف سے ایجاب وقبول کیا، نجاشی نے آپ کی طرف سے چار سواشرفیاں مہرادا کیں، نکاح کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے پاس بھجوادیا، آپ اکثر نجاشی کے حالات ان سے پوچھاکرتے تھے۔[31]

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام رواداری کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔ قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ میں بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو کفار و مشرکین، یہودیوں، عیسائیوں اور منافقین کی جانب سے بہت مخالفتوں، اذیتوں اور دشمنیوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ ﷺ نے بجائے انتقام لینے کے عفوودرگزر اور مذہبی رواداری کا عظیم نمونہ پیش فرمایا۔ آپ ﷺ کی تربیت کے فیض سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی آپ ﷺ کے اس اسوہ حسنہ پر عمل کیا اور رواداری کی عظیم مثالیں پیش کیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کا یہ روشن چہرہ دنیا کے سامنے لایا جائے تاکہ لوگوں کے ذہن سے اسلام کے حوالے سے منفی خیالات کو دور ہو سکیں اور حقیقتِ حال واضح ہو۔

حوالہ جات

(1) قاسمی کیرانوی، وحید الزمان، مولانا، ''القاموس الجدید''، ادارہ اسلامیات۔لاہور، ص:۵۴۱

(2)الحجرات،۴۹: ۱۳

(3) المائدہ،۵:۸

(4) ھود،۱۱: ۱۱۸

(5) البقرۃ،۲: ۲۵۶

(6) النحل،۱۶: ۸۲

(7) النحل،۱۶: ۱۲۵

(8) الاسراء،۱۷: ۷۰

(9) الانعام،۶: ۱۰۸

(10)الاسراء،۱۷: ۷۰

(11)البقرۃ،۲: ۲۹

(12)الذاریات،۵۱: ۵۶

(13)النساء،۴: ۱

(14)احمد بن حنبل، ''مسند احمد''، کتاب تتمۃ مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، الرقم: ۲۲۱۳۰

(15)القشیری، النشاپوری، مسلم بن حجاج، امام، ''الجامع الصحیح المسلم''، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الرفق

(16)بخاری، ''الجامع الصحیح''، کتاب الجزیۃ، باب اثم من قتل معاھدا بغیر جرم

(17)بخاری، ''الجامع الصحیح''، کتاب المکاتب، باب الھدیۃ للمشرکین

(18)بقرہ2: 87

(19)بقرہ2: 74

(20)آل عمران3: 118

(21)مائدہ5: 42

(22) ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، جمال الدین، ''سیرۃ النبی لابن ھشام''، اسلامی کتب خانہ۔لاہور، ج۱ص۷۹-۲۷۸

(23) نعمانی، شبلی، علامہ سیرۃ النبی، مکتبہ اسلامیہ، ج۱ص۳۷۱

(24) ایضاج۱ص۹۳-۴۹۲

(25) ایضاج۲ص۲۴۱

(26) ابوداؤد، سجستانی، الازدی، سلیمان ابن الاشعث، امام، ''السنن''، کتاب الادب، باب فی حق الجوار

(27) النیشاپوری، القشیری، مسلم بن الحجاج، ابوالحسین، امام، ''الجامع الصحیح''، کتاب الادب

(28) اے شارٹ ہسٹری آف دی سارا سنس از امیر علی ص۱۴-۱۵

(29) ابن ہشام، سیرۃ النبی، اسلام عدی بن حاتم، ج ۴۲۲ – ۴۱

(30ندوی، شاہ معین الدین احمد، دین رحمت مطبوعہ دارالمصنفین ص۳۸-۳۳۷

(31)شبلی، سیرۃ النبی، مکتبہ اسلامیہ ج۲ص۴۷۱